اسرار (اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ)

امام حافظ ابن قیم الجوزیۃ رحمہ اللہ
ترجمہ: مولانا عبد الغفار حسن رحمہ اللہ

خلق وامر، کتب و قوانین، ثواب و عتاب کا سر چشمہ دو کلمے ہیں (ایاک نعبد وایاک نستعین) انہی پر عبودیت (بندگی) اور توحید کا دار و مدار ہے۔ اسی بنا پر کسی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتابیں اتاری ہیں۔ جن کا خلاصہ تورات، انجیل اور قرآن میں ہے اور ان تینوں کے معنیٰ قرآن میں یکجا جمع ہیں اور پھر پورے قرآن کا مضمون مفصل (حجرات تا والناس) موجود ہے۔ ان تمام کے معانی سورہ فاتحہ میں ہیں اور سورہ فاتحہ کا لب لباب (ایاک نعبد وایاک نستعین) میں آگیا ہے۔ یہ دونوں کلمے رب اور بندے کے درمیان منقسم (بٹے ہوئے) ہیں (ایاک نعبد) رب کے لیے ہے اور (ایاک نستعین) بندے کے لیے۔

عبادت

عبادت کا مفہوم دو بنیادوں پر قائم ہے:

(۱) انتہائی عاجزی اور غایت درجہ کی محبت، اہل عرب کا قول ہے: "طریق معبد ای مذلل" یعنی ذلیل پامال راستہ۔ عبادت میں خضوع (جھکاؤ) کا ہونا لازمی ہے۔ اگر آپ نے کسی سے رشتہ محبت بغیر خضوع کے قائم کیا تو اُسے عبادت نہ کہیں گے۔ اسی طرح خضوع بلا محبت عبادت نہیں ہو سکتا۔

(۲) مشرکین عرب توحید ربوبیت کے قائل تھے لیکن پھر بھی ان کی توحید اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہوئی۔ کیونکہ جب اس کی محبت ہی کا انکار کر دیا، تو پھر اس کی الوہیت کا بھی انکار ہو گیا۔ اب رب ماننا اور نہ ماننا یکساں ہے۔

استعانت

استعانت اپنے اندر دو اصولوں کو سمیٹے ہوئے ہے:

(۱) اللہ کی ذات پر بھروسہ اور اطمینان (۲) اللہ پر اعتماد۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی انسان کسی شخص سے مطمئن تو ہوتا ہے لیکن اپنے معاملات میں اس پر اعتماد کرنے کا اسے موقعہ ہی پیش نہیں آتا۔ بعض اوقات مجبوری کی وجہ سے اسے ایسے شخص پر اعتماد کرنا پڑتا ہے جو بھروسہ کے لائق نہیں ہے۔ توکل میں ثقہ (بھروسہ، اطمینان) اور اعتماد دونوں داخل ہیں۔ یہی اس آیت کی حقیقت ہے۔

عبادت اور توکل

یہ دونوں اصل قرآن میں یکجائی جگہ مذکور ہیں:

(۱) ایک تو یہی آیت: (ایاک نعبد وایاک نستعین)

(۲) قول شعیب علیہ السلام: (وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ) (ھود: ۸۸)

"میری توفیق اللہ ہی کے سہارے ہے اس پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میں لوٹوں گا۔"

(۳) (وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ) (ھود: ۱۲۳)

"اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمان اور زمین کا غیب اور تمام کام اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اس کی عبادت کرو اور اس پر بھروسہ رکھو۔"

(۴) (رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ) (الممتحنۃ: ۴)

"اے میرے پروردگار تجھ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔"

(۵) (وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا - رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا) (المزمل: ۸-۹)

"تو اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو اور تمام خلائق سے کٹ کے اس کی طرف متوجہ ہو جا۔ مشرق اور مغرب کا پروردگار جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو اسی کو اپنا کارساز بنالے۔"

(۶) (قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ) (الرعد: ۳۰)

"آپ کہہ دیجئے کہ میرا پالنے والا تو وہی ہے اس کے سوا در حقیقت کوئی بھی لائق عبادت نہیں، اسی کے اوپر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی جانب میرا رجوع ہے۔"

استعانت پر عبادت کی تقدیم کا راز

سورۃ الفاتحہ میں عبادت استعانت پر چند وجوہ کی بنا پر مقدم ہے:

(۱) عبادت اصل غرض و غایت ہے، انسان کی پیدائش ہی اسی مقصد کے لیے ہوئی ہے اور استعانت عبادت کے لیے ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ یہاں غایت کو وسیلہ پر مقدم رکھا گیا ہے۔

(۲) "ایاک نعبد" کا تعلق صفت الوہیت سے ہے اور اس کا نام اللہ ہے اور "وایاک نستعین" کا تعلق صفت ربوبیت سے ہے اور اس کا نام رب ہے۔ کیونکہ ابتدائے سورت میں اللہ، رب پر مقدم ہے اس لیے عبادت کو استعانت پر مقدم کیا گیا۔

(۳) "ایاک نعبد" یہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے۔ اس لیے اس کا شمار واتصال سورۃ فاتحہ کے نصف اول (حمد و ثناء) کے ساتھ ہی مناسب ہے اور "ایاک نستعین" یہ بندے کا حصہ ہے اس بنا پر اس کا ذکر "اھدنا الصراط" کے ساتھ موزوں ہے۔

(۴) عبادت مطلق (کاملہ) کا مفہوم اپنے اندر استعانت کو بھی لیے ہوئے ہے۔ لیکن استعانت کا مفہوم اس قدر وسیع اور عام نہیں ہے کہ ہر عابد، مستعین (طالب مدد) ہے لیکن ہر مستعین عابد نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے شہوت پرست اغراض کے بندے اللہ سے مدد تو طلب کرتے ہیں لیکن عبادت سے ان کی زندگی خالی ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے عبادت کامل حیثیت تو رکھتی ہے اور اس وجہ سے اس کو اللہ کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔

(۵) استعانت عبادت کا ایک جزو ہے اور عبادت کا درجہ کل کے برابر ہے۔

(۶) استعانت کے معنی ہیں، اللہ سے مدد طلب کرنا اور عبادت یہ اللہ کی طرف سے مطالبہ ہے۔

(۷) عبادت کاملہ کا وقوع صرف مخلص ہی سے ہو سکتا ہے۔ باقی رہی استعانت تو اس میں اخلاص ضروری نہیں اس کا صدور مخلص، غیر مخلص دونوں سے ہو سکتا ہے۔

(۸) عبادت اس کا حق ہے جو اس نے اپنے بندوں پر لازم ٹھہرایا ہے اور استعانت کے معنی ہیں، عبادت پر مدد طلب کرنا۔ اس کی حیثیت صدقہ وخیرات کی سی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ صدقہ کی طلب سے زیادہ فرض کی ادائیگی ضروری ہے۔

Mujallah AlWaqia Karachi ::: Al-Waqia.blogspot.Com:::AlWaqiaMagzine.Wordpress.com ::: مجلہ الواقعہ کراچی

(۹) عبادت اس کی نعمت پر شکر کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے اور اعانت تمہارے اوپر اس کی مہربانی پر توفیق کا نام ہے۔ جب تم اس کی عبودیت (بندگی) کے پابند اور اس کی غلامی قبول کرلوگے تو پھر وہ عبادت پر تمہاری اعانت کرے گا۔ گویا اس کی عبادت وغلامی اعانت کے حصول کا سبب ہے۔ اب جس قدر بھی بندہ بندگی میں مشغول ہو گا اسی قدر اللہ تعالیٰ کی اعانت اس کے شاملِ حال ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ عبادت دو اعانتوں کے درمیان گھری ہوئی ہے۔ ایک اعانت، عبادت کی ادائیگی اور پابندی پر اور دوسری اعانت، آیندہ کی عبادت پر۔ اسی طرح عبادت و اعانت کا سلسلہ جاری رہتا ہے یہاں تک کہ پیغام اجل آپہنچتا ہے۔

عبادت کا تعلق اس کی رضا اور محبت سے ہے اور استعانت کا معاملہ اس کی مشیت کے ساتھ ہے۔ یہ سارا جہاں اس کی مشیت کے ماتحت ہے۔ فرشتے، شیاطین، مومن، کافر اور ان کی اطاعت و معصیت سب کا تعلق اسی مشیت سے ہے۔ لیکن مومنین کے ایمان اور اطاعت کے ساتھ مشیت کے علاوہ اللہ کی محبت و رضا بھی وابستہ ہے اس بنا پر کفار اہل مشیت اور مومنین اہل محبت ہوئے۔

مذکورہ بالا لطائف و نکات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ "ایاک نعبد" کی تقدیم "ایاک نستعین" پر اپنے اندر کس قدر خوبی اور جمال لیے ہوئے ہے۔

ایاک کی تقدیم فعل پر

"ایاک" (معبود) کو فعل "نعبد" اور "نستعین" پر مقدم کرنے کے چند اسباب ہیں:

(۱) باری تعالیٰ کا ادب ملحوظ ہے۔

(۲) اس کی طرف انتہائی توجہ اور تعلق کا اظہار ہے۔

(۳) کلام میں تخصیص اور حصر پیدا کرنا مقصود ہے۔

"ایاک نعبد" کے معنی ہیں "لا نعبد الا ایاک" اسی طرح "ایاک نستعین" یعنی "لا نستعین الا بک" "ہم نہیں عبادت کرتے مگر تیری اور ہم نہیں مدد چاہتے مگر تجھ سے۔"

اس قسم کے محاورات سمجھنے کے لیے ذوقِ عربیت کی ضرورت ہے اگر کسی نے دس غلام آزاد کیے ہوں تو وہ صرف ایک کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ "ایاک اعتقت" (صرف تجھی کو میں نے آزاد کیا ہے۔) اسی قاعدہ کی روشنی میں "ایای فاتقون" اور "ایای فارھبون" میں غور کیجیے ان کے معنی ہیں کہ مجھ ہی سے ڈرو اور میرا ہی تقویٰ اختیار کرو۔ میرے سوا کسی دوسرے کا ڈر اور تقویٰ نہ رکھو۔

(۴) "ایاک" سے اصل ذات اور حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ "ایاک احببت" کے معنی ہیں "کہ میں نے تیری ذات کو ہی چاہا۔" یہ بات "احببتک" سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ بس یہی فرق "ایاک نعبد" اور "نعبدک" میں سمجھ لیجیے۔ دوبارہ "ایاک" لانے سے کلام میں قوت اور زور پیدا ہو گیا ہے۔ مثلاً آپ نے کسی بادشاہ سے کہا:

"ایاک احب وایاک اخاف"

"میں تجھ ہی کو چاہتا ہوں اور تجھ ہی سے ڈرتا ہوں۔"

اس اندازِ بیان میں خوف و محبت کا بادشاہ کے ساتھ مخصوص ہونے کا جو زور اور اہتمام پایا جاتا ہے۔ وہ آپ کو "احبک واخافک" میں نہیں مل سکتا۔

خلاصہ فصل

عبادت و استعانت کے لحاظ سے تمام انسان چار قسموں میں بٹے ہوئے ہیں:

(۱) عبادت اور استعانت دونوں کو اختیار کرتے ہیں، خوب عبادت کرتے ہیں اور پھر اس پر مدد بھی چاہتے ہیں۔ یہ لوگ سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ عبادت پر استعانت، اعلیٰ و اشراف دعا ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلیہ وسلم نے حضرت معاذ کو فرمایا تھا کہ ہر فرض نماز کے بعد اس دعا کو ضرور پڑھا کرو:

" اللّٰھم اعنی علیٰ ذکرک و شکرک و حسن عبادتک ۔" (سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب الاستغفار)

"اے اللہ میری مدد کر اپنے ذکر، شکر اور اچھی عبادت پر۔"

یہی چیز "ایاک نعبد" اور "وایاک نستعین" میں موجود ہے۔

(۲) عبادت اور استعانت دونوں سے کورے، اگر کبھی اللہ سے مدد چاہتے بھی ہیں تو محض حیوانی جذبات کی تسکین اور خواہش کی پیروی کے لیے، رضائے الٰہی ان کے سامنے بالکل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی محروم نہیں رکھتا۔ اس سے نیک و بد سب ہی مانگتے ہیں۔ وہ سب کو دیتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ معصیت کا طالب قبولیت دعا کی بنا پر اللہ کی رحمت سے اور دور ہو جاتا ہے۔

تنبیہ

قبولیت دعا کسی کرامت اور عزت کی علامت نہیں ہے۔ کبھی بندہ اپنی نادانی سے ایسی چیز طلب کرتا ہے جس میں سراسر اس کی ہلاکت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کر لیتا ہے، یہ قبولیت دعا اس بات کی نشانی ہے کہ داعی اللہ کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ اس کے برعکس اگر کوئی صالح بندہ اس قسم کی دعا مانگتا ہے تو اسے قبول نہیں فرماتا۔ اس سے مقصود داعی کی حفاظت و حمایت ہوتی ہے۔

کبھی اللہ تعالیٰ ایسے بندے کی دعا بظاہر قبول نہیں کرتا۔ جس کو وہ بلند عزت دینا چاہتا ہے اور اس پر اپنی رحمت کی بارش برسانا چاہتا ہے۔ وہ اپنی نادانی سے یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ اللہ نے میری دعا قبول نہیں کی، میری اس کے ہاں کوئی وقعت نہیں ہے۔ اس پر وہ بدگمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دعا کی قبولیت اور عدم قبولیت، مال و دولت کی فروانی اور قلت اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کے ذریعہ آزماتا ہے۔ فرمایا:

(فَأَمَّا الۡإِنسَانُ إِذَا مَا ابۡتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكۡرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكۡرَمَنِ ۔ وَأَمَّا إِذَا مَا ابۡتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيۡهِ رِزۡقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۔ كَلَّا) (الفجر: ۱۵ - ۱۷)

"انسان (کا حال یہ ہے کہ) جب اسے اس کا رب آزماتا ہے اور عزت و نعمت دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دار بنایا اور جب وہ اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی، ایسا ہرگز نہیں۔"

Mujallah AlWaqia Karachi :::Al-Waqia.blogspot.com:::AlWaqiaMagzine.Wordpress.com
مجلہ الواقعۃ کراچی

یعنی میں کسی کو نعمت و خوشحالی سے سرفراز کرتا ہوں تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ اللہ کا مقرب بن گیا ہے۔ بلکہ یہ تو میری طرف سے ایک آزمائش ہے کہ آیا وہ اس نعمت پر شکر ادا کر کے مزید نعمت کا مستحق بننا چاہتا ہے یا ناشکری کی بنا پر رحمت سے محروم ہونے کا خواہش مند ہے۔

اسی طرح تنگی و ناداری بندے پر اس وجہ سے نہیں آتی کہ وہ اللہ کے ہاں ذلیل و حقیر ہے بلکہ یہاں بھی آزمائش مقصود ہے۔ اس حالت پر صبر کیا جائے تو اللہ کی طرف سے وسعت و کشادگی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اگر بے صبری اور غصہ سے کام لیا جائے تو پھر اس کے حصہ میں اللہ کا غصہ ہی آتا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ تقرب الی اللہ کا معیار قبولیت دعا ہے اور نہ رزق کی فروانی۔ بلکہ معرفت و محبت، اطاعت الٰہی اصل کسوٹی ہے۔

(۳) عبادت بلا استعانت:

اس گروہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) قدریہ، جن کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومن و کافر دونوں کو پیدا کیا اور ان کے لیے اسبابِ ذرائع مہیا کر دیے۔ اب اس کے بعد مزید توفیق و اعانت کا سلسلہ اللہ کی طرف سے بند ہے۔ ان لوگوں کی عبادت، استعانت کی لذت سے خالی ہے۔

(۲) یہ وہ لوگ ہیں جو نوافل درود اور وظائف میں مشغول ہیں۔ استعانت و توکل کا سرمایہ ان کے پاس بہت ہی کم ہوتا ہے۔ ان کو اپنے سرمایہ کے مطابق توفیق و اعانت کا حصہ ملتا ہے۔

توکل اور استعانت کے معنی

توکل اس کیفیت کا نام ہے جو بندے میں اللہ کی ذات اور صفات کی معرفت سے حاصل ہوتی۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ پیدا کرنا، نفع و نقصان پہنچانا، تدبیر و انتظام کرنا ان سب امور کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس عقیدہ سے ایک عجیب اعتماد و اطمینان کی حالت دل میں ابھرتی ہے۔ جس سے اللہ کا قرب اور تعلق بڑھتا چلا جاتا ہے، اسی کو فرمایا:

(وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ) (الطلاق: ۳)

"جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اسے کافی ہے۔"

(۴) جو یہ تو جانتا ہے کہ نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اسے یہ خبر نہیں کہ وہ کن کاموں سے ناراض اور کن کاموں سے خوش ہوتا ہے۔ اس لیے وہ اپنی ہر قسم کی خواہشات کی تکمیل اسی سے چاہتا ہے۔ اللہ کی طرف سے اس کے مطالبات پورے بھی کر دیے جاتے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ اللہ کا مقرب بن گیا ہے اور اس کے ہاں اس کی کوئی عزت و منزلت ہے۔

خلاصہ فصل

"ایاک نعبد" پر عمل اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ اخلاص اور متابعت رسول ﷺ سے اس کا دامن بھرپور ہو۔ اس اعتبار سے بھی سب لوگ چار حصوں میں بٹے ہوئے ہیں:

(۱) اخلاص اور اتباع شریعت دونوں سے اپنے عقائد و اعمال کو آراستہ رکھتے ہیں۔ ریاکاری اور مخالفت سنت سے اُن کا دامن بالکل پاک ہوتا ہے۔ ان کا ہر عمل محض اللہ کے لیے ہوتا ہے۔ بندوں سے اپنے عمل پر نہ کوئی صلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ اسی لیے فرمایا:

(فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً) (الکہف: ۱۱۰)

"پس جو اپنے رب سے ملاقات کی امید کرتا ہے وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔"

دوسری آیت میں ہے:

(وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ) (النساء: ۱۲۵)

"اس سے بڑھ کر دین میں کون اچھا ہو سکتا ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لیے جھکا دیا بحالیکہ وہ نیکوکار ہے۔"

(۲) ایسا گروہ جو خلوص و اتباع شریعت دونوں سے تہی دامن ہے۔ یہ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہے۔ ان پر یہ آیت صادق آتی ہے:

(لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوا وَّيُحِبُّونَ أَن يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُم بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ) (آل عمران: ۱۸۸)

"وہ لوگ جو اپنے کرتوتوں پر خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کیا اس پر بھی ان کی تعریفیں کی جائیں آپ انہیں عذاب سے چھٹکارا میں خیال نہ کریں۔ ان کے لیے تو دردناک عذاب ہے۔"

(۳) اخلاص تو موجود ہے لیکن اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ندارد، اس گروہ میں وہ جاہل مشائخ صوفیہ اور عابدین شامل ہیں جنہوں نے مختلف قسم کی خلافِ شریعت عبادات اور اوراد و وظائف ایجاد کیے ہوئے ہیں۔

(۴) اتباع شریعت بلا اخلاص، اس قسم میں ریاکاروں کا گروہ داخل ہے۔

(ماخوذ: تفسیری نکات و افادات)

Mujallah AlWaqia Karachi :::Al-Waqia.Blogspot.Com:::AlWaqiaMagzine.Wordpress.Com ::: مجلہ الواقعہ کراچی